فارسی کلام غالب کی شروح کا تعارف اور تنقیدی مطالعہ

ڈاکٹر علی کاؤسی نژاد، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف تہران

ABSTRACT:

Mirza Asadullah Khan Ghalib took pride in his Persian poetry and considered it to be his most distinguished achievement. In his times, Ghalib's command on Persian was well known in Indian subcontinent. Although Mughal empire was on brink of extinction, Ghalib's Persian poetry at that time was enjoying its prime. Maulana Altaf Hussain Hali penned a comprehensive book on Ghalib's personality and Urdu poetry and the foremost commentary on Ghalib's Persian prose and poetry was surfaced. Maulana Hali was followed by many other scholars and authors who wrote commentaries on Ghalib's Urdu & Persian poetry to make it understandable for the masses. Separate commentaries were written on each genre of Ghalib's poetry. This paper will focus on the commentaries of Ghalib's Persian poetry and its critical analysis will be presented to Urdu readers to let them know how these commentaries were produced with monumental efforts of their authors.

Keywords: Mirza Asadullah Khan Ghalib, Persian Poetry, Commentaries, Introduction and Critical Study

مرزا اسداللہ خان غالب اپنے عہد کے نابغہ روزگار تھے اور انہیں اپنی فارسی شاعری پر بڑا فخر اور ناز تھا اور وہ اسی فارسی کو اپنے لیے باعث آبرو سمجھتے تھے۔ ہر چند سلطنت مغلیہ زوال آمادہ تھی اور انگریز اپنی مختلف النوع سازشوں کے تحت ہندوستان پر اپنا قبضہ جمانا چاہتے تھے لیکن اس پر آشوب دور میں غالب وہ واحد شاعر تھے جو بیک وقت اردو اور فارسی میں شاعری کرتے تھے اور ہندوستان میں ان کی اردو فارسی شاعری کے چرچے تھے۔ مرزا اسداللہ خان غالب کے شاگرد مولانا الطاف حسین حالی نے اپنے استاد کی شخصیت اور ان کی اردو فارسی نظم و نثر پر ایک جامع مستند کتاب قلمبند کی جس میں غالب کی اردو فارسی نظم و نثر کی مختصر شرح موجود ہے۔ مولانا حالی کے بعد برصغیر پاک و ہند کی شارحین اور مترجمیں نے غالب کی فارسی نظم و نثر کی شرحیں لکھیں۔ کوشش ہو گی کہ ان اردو شروح کا تعارف اور تنقیدی و تقابلی مطالعہ پیش کیا جائے جس کی بدولت اچھی اور مستند شرحیں سامنے آجائیں۔

(۱) یادگارِ غالب، مولانا حالی:

اردو فارسی کلام غالب کی اہمیت اور غالب کی مشکل پسندی کے پیش نظر اردو میں بہت سی شرحیں لکھی گئیں۔ کئی ادیبوں اور دانشوروں نے اردو کلام کی شرحیں لکھیں اور ہر ایک نے اپنے مزاج اور فہم وادراک کے لحاظ سے اردو کلام کی خصوصیات بیان کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں مولانا حالی کی کتاب "یادگارِ غالب" اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے چوں کہ اس میں مولانا حالی نے نہ صرف غالب کے سوانح اور ان کی تعلیمی زندگی اور شاعرانہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ اردو فارسی کلام کی شرح میں مختلف اصنافِ شعری کی اہمیت کی بناپر وضاحت کی ہے نیز مرزا غالب کیشاعری کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ان اشعار میں موجود تمام مضامین اور شعری خصوصیات کو بیان کرنے کی اچھی اور کامیاب کوشش کی ہے۔ دراصل مولانا حالی پہلے شخص ہیں جنھوں نے اردو فارسی کلام غالب کی تشریح وتوضیح کی اور اپنے استاد کی شخصیت اور شاعری کو متعارف کرانے کا بیڑا اٹھایا۔

یادگار غالب دو حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں غالب کے سوانح، ان کے اخلاق وعادات وافکار بیان کیے گئے ہیں اور دوسرا حصہ غالب کی اردو فارسی نظم ونثر کے انتخاب پر مشتمل ہے۔ مولانا حالی اشعار کے انتخاب کی ذیل میں ان کی تشریح وتوضیح کی ہے اور آخر میں غالب کے فارسی اشعار کا مسلم الثبوت اساتذہ کے ساتھ موازنہ کیا ہے۔ مولانا حالی اپنی کتاب کے مقدمے میں یادگار غالب کے مشمولات کے باب میں یوں لکھتے ہیں:

> "الغرض یہ رسالہ دو حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں مرزا کی زندگی کے واقعات، جہاں تک کہ معلوم ہو سکے اور ان کے اخلاق وعادات وخیالات کا بیان ہے، انھیں حالات کے ضمن میں ان کی خاص خاص نظمیں یا اشعار جو کسی واقعے سے علاقہ رکھتے ہیں اور ان کے لطائف ونوادر جن سے مرزا کی طبیعت کا اصلی جوہر اور ان کی امیجی نیشن کی قوت نہایت واضح طور پر ظاہر ہوتی ہے، اپنے اپنے موقع پر ذکر کیے گئے ہیں۔ دوسرے حصے میں مرزا کے تمام کلام نظم ونثر، اردو اور فارسی کا انتخاب اور ہر قسم پر جدا جدا ریویو اور آخر میں مرزا کے کسی قدر کلام کا موازنہ ایران کے بعض مسلم الثبوت استادوں کے کلام کے ساتھ کیا گیا ہے۔ خاتمہ و کتاب پر ایک مختصر ریویو مرزا کی تمام لطائف اور ان کی طرزِ شاعری وانشاپردازی پر لکھا گیا ہے، جس کو ساری کتاب کا لب لباب سمجھنا چاہیے۔"(۱)

کتاب کے دوسرے حصے میں مولانا حالی نے فارسی غزلیات سے اشعار کا انتخاب اس طریقے سے کیا ہے کہ ہر مضمون کے ضمن میں جیسے فخریہ، رندانہ، عاشقانہ، زار نالی، شوخی و ظرافت اور دیگر مضامین کی ذیل میں ایک غزل بہ طور نمونہ پیش کی ہے اور ضرورتِ شعری کے پیش نظر اس غزل کی تشریح و توضیح کی ہے۔ جہاں مشکل الفاظ اشعار میں موجود ہیں ان کے معانی بتا دیے ہیں۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ مولانا حالی نے غالب کی فارسی غزلیات کا موازنہ نظیریؔ اور ظہوریؔ کی غزلیات سے کیا ہے۔ غزلیات کے بعد مولانا حالی نے غالب کی فارسی رباعیات سے منتخب رباعیوں کی تشریح و توضیح کی ہے اور ہر ایک خاص عنوان کے ضمن میں رباعی کی وضاحت کی ہے۔ مثال کے طور پر ایک رباعی میں مولانا حالی نے ایک مشکل لفظ کے معنی و مفہوم بتاتے ہیں جس کے معنی آسانی سے سمجھ نہیں آتے:

ای تیرہ زمین کہ بودہ بستر من ہر خاک کہ باتست ہمہ برسر من

زر بہر کسان و بہر من دانہ و دام ای مادر دیگران و مادندر من (غالب)

یہاں مولانا حالی نے لفظ "مادندر" کا معنی مفہوم "سوتیلی ماں" لکھا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا حالی نے ہماری توجہ اس موضوع کی طرف بھی مبذول کی ہے کہ رودکیؔ اور فرخیؔ نے بھی اپنے اشعار میں یہ مضمون تھوڑے فرق کے ساتھ باندھا ہے۔ مولانا حالی نے رباعیات کے بعد قصائد سے اشعار منتخب کیے ہیں لیکن اشعار کی زیادہ وضاحت نہیں کی ہے اور قصائد سے اشعار بطور نمونہ پیش کیے ہیں، قصائد کے آخر میں غالب کے اس ترکیب بند سے اشعار لائے ہیں جسے غالب نے حضرت علی (ع) کی منقبت میں لکھا تھا۔ حالی نے مختلف بندوں میں سے اشعار دیے ہیں اور ہر ایک شعر کی پوری وضاحت کی ہے۔

قصائد اور مذکورہ ترکیب بند کی وضاحت کے بعد مولانا حالی نے فارسی قطعات میں سے چند اشعار دیے ہیں لیکن ان اشعار کی وضاحت نہیں کی ہے، آخر میں غالب کے ایک مرثیہ ترکیب بند کا نظیری کے ترکیب بند کے ساتھ موازنہ کیا ہے۔ نظیریؔ نے جلال الدین اکبر کے بیٹے سلطان مراد کی موت پر ایک ترکیب بند منظوم کیا اور غالب نے بھی ایک ترکیب بند بہادر شاہ ظفر کے بیٹے فرخندہ شاہ کی موت پر قلمبند کیا۔ دونوں ترکیب بند متحد الوزن ہونے کے علاوہ سات بندوں پر مشتمل ہیں، ہر ایک بند میں آٹھ آٹھ ابیات موجود ہیں۔ غالب کی فارسی مثنویات میں سے "ابر گہر بار" کے منتخب اشعار درج ہیں، البتہ مولانا حالی نے یادگار غالب میں جہاں کسی خاص واقعے یا حادثے کی طرف اشارہ کیا ہے، اس واقعے کے ضمن میں کسی مثنوی، قطعے، رباعی اور غزل کے اشعار بھی درج کیے ہیں۔

جب پنجاب یونیورسٹی، لاہور نے منشی فاضل کے امتحان میں غالب کی فارسی غزلیات (ردیف میم) کو داخل کیا تو کئی لوگوں نے ان فارسی غزلیات کی شرحیں لکھیں، ان میں سے آقا بیدار بخت، آقا رازی، مولانا محبوب الٰہی

پرنسپل جامعہ شرقیہ لاہور، آغا محمد باقر اور سخنور اعجازی اور دیگر لوگ سر فہرست ہیں جنھوں نے تقریباً ۱۹۵۰ء میں شرحیں لکھیں ان شروح کا تحقیقی مطالعہ کریں گے۔

(۱) گنجینۂ مطالب:

یہ شرح آقا بیدار بخت نے لکھی ہے اور تاج بک ڈپو لاہور سے شائع ہوئی ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۷ ہے اور اس میں غالب کی بتیس (۳۲) غزلیں (ردیف میم) کی شرح موجود ہے، چھے صفحات کا مقدمہ ہے جسے آقا بیدار بخت نے ''غالب اور اس کا کلام'' کے عنوان سے تحریر کیا ہے۔ اس مختصر مقدمے میں انھوں نے غالب کی فارسی شاعری کیخصوصیات بیان کی ہیں اور اس کے بعد فارسی غزلیات آسان پیرائے میں تشریح کی ہے۔

(۲) الہامات:

یہ شرح آقائے رازی نے لکھی ہے۔ ایم فرمان علی اینڈ سنز لاہور سے شائع ہوئی ہے جس پر سنہ اشاعت درج نہیں ہے۔ صفحات کی تعداد ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) ہے۔ ابتدا میں ایک مختصر مضمون ''مرزا غالب'' کے زیر عنوان غالب کے حالاتِ زندگی اور ان کی فارسی شاعری کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس شرح میں بھی غالب کی غزلیات (ردیف میم) کی شرح کی گئی ہے۔ شارح نے مختصر اور آسان اسلوب میں اشعار کی وضاحت کی ہے اور بعض مقامات پر اشعار کی وضاحت مختصر الفاظ میں کی ہے اور کئی اشعار کی وضاحت متعدد سطور پر پھیلا دی ہے۔

(۳) کاس الکریم (شرح معہ متن ردیف میم از دیوان غالب فارسی، سخنور اعجازی):

یہ شرح سخنور اعجازی توکلی (فاضل ادبیات) کی لکھی ہوئی ہے جنھوں نے حکیم غلام محمد کلیم سنائی کی فرمائش پر ۱۹۵۰ء میں لکھی اور یہ شرح کتب خانہ کلیمی راولپنڈی، پاکستان کی معاونت سے شائع ہوئی۔ یہ شرح زیادہ نصابی ضرورت کے پیش نظر لکھی گئی ہے۔ اس شرح پر سخنور اعجازی نے ایک فکر افروز مقدمہ لکھا ہے۔ انھوں نے اس شرح کے مقدمے میں غالب کی اردو فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے اور مختلف ادیبوں اور دانشوروں کے اقوال اور مضامین سے استفادہ کیا ہے، سخنور اعجازی نے مقدمے میں اس موضوع کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ مرزا غالب نے اپنے بعض خطوط میں اپنے فارسی اشعار کی وضاحت پیش کی ہے۔ مثال کے طور پر انھوں نے ذکر کیا ہے کہ پنج آہنگ کے خطوط میں غالب نے اپنے فارسی اشعار کی وضاحت کی ہے۔ مقدمے میں سخنور اعجازی نے غالب کی فارسی شاعری کا دیگر فارسی شعرا کے ساتھ موازنہ کیا ہے اور مرزا غالب کے ان شعرا سے تتبع اور پیروی پر بحث کی ہے۔

(۴) ترجمۂ غزلیات غالب ــــ مترجم: آغا محمد باقر

اگرچہ اس کا عنوان ترجمہ ہے لیکن یہ شروح کے زمرے میں آتا ہے کیونکہ شارح نے اشعار کی تشریح و توضیح کی ہے۔ یہ شرح شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور کی فرمائش پر تعلیمی پریس لاہور سے پہلی مرتبہ ۱۹۵۰ء میں چھپی ہے۔ اس شرح میں غالب کے حالاتِ زندگی اور ان کی فارسی شاعری کے حوالے سے کوئی مقدمہ درج نہیں ہے۔ شرح کل ایک سو اٹھارہ (۱۱۸) صفحات پر مشتمل ہے۔ دیگر شرحوں کی طرح یہ شرح بھی نصابی ضرورت کے تحت لکھی گئی ہے اور اس میں غالب کی بتیس غزلیات (ردیف میم) کی شرح موجود ہے۔ اس شرح کے آخر میں آغاز محمد باقر کے دوسری شروح کی فہرست دی گئی ہے جو تمام شروح نصابی ضرورت کے مطابق لکھی گئی ہیں۔ آغا محمد باقر نے قصائد قاآنی کی شرح لکھی ہے اس کے علاوہ انھوں نے غزلیاتِ نظیری (ردیف میم) غزلیات حافظ کی بھی شرحیں لکھیں ہیں۔ انھوں نے ادیب فاضل کے طلبا کے لیے ''تاریخ نظم و نثر اردو یعنی خلاصہ تاریخ ادب اردو'' بھی لکھی ہے جسے ہندوستان کی بیشتر یونیورسٹوں نے اپنے نصاب میں شامل کیا۔

(۵) ارمغان طالب، شرح مع متن، غزلیات غالب (ردیف میم)، مولٰنا محبوب الٰہی:

یہ شرح مولانا محبوب الٰہی پرنسپل جامعہ شرقیہ لاہور نے لکھی ہے اور انھوں نے یہ شرح گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور سے شائع کروائی ہے۔ مقدمے میں محبوب الٰہی، "سوانح غالب" کے زیر عنوان غالب کے سوانح اور حالاتِ زندگی اور ان کی تصانیف، فارسی کلام کا مختصر جائزہ پیش کیا ہے، یہ مختصر جائزہ پانچ صفحوں پر مشتمل ہے، یہ شرح دوسری شروح کے مقابلے میں مختصر ہے اور چھاسٹھ (۶۶) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس شرح میں غزلیات ۲۰ سے لے کر ۳۲ تک ہر غزل دوبار درج کی گئی ہے اور اس کی شرح بھی دوبار درج ہو چکی ہے، اس میں طباعت اور اشاعت کی غلطیاں موجود ہیں۔

(۶) افکار غالب: ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم:

"افکار غالب" خلیفہ عبدالحکیم کی شرح ہے جس میں انھوں نے غالب کے حکیمانہ اشعار کی شرح کی ہے۔ اس شرح میں فلسفیانہ اور حکیمانہ انداز اپنایا گیا ہے اور روایتی انداز میں لکھی ہوئی شرحوں سے بالکل مختلف ہے۔ روایتی انداز میں مختلف اشعار کے محض مشکل اور دقیق الفاظ کے لغوی و لفظی معانی بتائے جاتے ہیں اور مفہوم سمجھایا جاتا ہے لیکن خلیفہ عبدالحکیم خود فلسفی تھے اور غالب کے اردو فارسی اشعار کے فلسفیانہ معانی کی تہ تک پہنچنے کی بڑی عالمانہ اور محققانہ کوشش کی ہے۔ انھوں نے اپنی اس شرح میں غالب کی شاعری میں موجود فلسفیانہ مضامین کو بڑے تحقیقی انداز میں نمایاں کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ حکیمانہ اشعار کے علاوہ متصوفانہ اشعار سے بھی مثالیں دی ہیں اور غالب کے تصوف اور فلسفے کا دیگر شعرا جیسے علامہ اقبال اور مولانا روم کے ساتھ موازنہ کیا ہے۔ فارسی اشعار کی تشریح میں

مختلف اصنافِ شعری سے مثالیں دی ہیں۔ غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی یہ تمام اصنافِ شعری موجود ہیں۔ غالب کے ہاں وحدت الوجودی فلسفے کا نظریہ نمایاں طور پر نظر آتا ہے اور انھوں نے اپنی شاعری میں اس کا بھرپور اظہار کیا ہے نیز فارسی خطوط بنام غمگیں میں بھی اس موضوع کو اجاگر کیا ہے۔

یہ شرح دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں غالب کے اردو اشعار کی تشریح اور وضاحت ملتی ہے اور دوسرے حصے میں غالب کی فارسی شاعری کی وضاحت موجود ہے۔ لیکن بعض مقامات پر متفرق فارسی اشعار، اردو اشعار کے ساتھ موجود ہیں۔ میرے خیال کے مطابق پہلے شخص نے جو غالب کی فارسی شاعری کو فلسفیانہ اور حکیمانہ انداز سے شرح لکھی ہے۔ وہ خلیفہ عبدالحکیم ہیں، ان کی شرح میں زیادہ علمیت اور دقیق فلسفیانہ افکار اور مضامین بڑے مدلل انداز سے بیان کیےگئے ہیں۔

یہ شرح پہلی مرتبہ ۱۹۵۴ء مکتبۂ معین الادب لاہور سے شائع ہوئی اور کئی مرتبہ پاکستان اور انڈیا سے شائع ہوئی، اس کا جدید ایڈیشن غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی سے ۱۹۹۹ء میں شاہد ماہلی کی نگرانی میں شائع ہوا۔ اس اشاعت میں خلیفہ عبدالحکیم کا مقدمہ بھی شامل کیا گیا ہے، یہ شرح کل ۴۸۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ خلیفہ عبدالحکیم مقدمے میں فارسی اردو اشعار کے انتخاب میں لکھتے ہیں:

> "اردو اشعار کے انتخاب میں ہم نے یہ طریقہ اختیار نہیں کیا کہ ان کو مختلف ابواب میں مضامین کے لحاظ سے الگ کیا جائے۔ لیکن فارسی کلام میں وسعتِ مضامین کے لحاظ سے یہ طریقہ احسن معلوم ہوتا ہے کہ ایک موضوع کے اشعار ایک باب میں جمع کیے جائیں اور جو اعلیٰ درجے کے اشعار کسی خاص موضوع کے تحت میں نہ آسکتے ہوں، ان کو متفرق اشعار کے طور پر الگ الگ شرح اور ترجمے کے ساتھ پیش کیا جائے۔"(۲)

(۷) روح غالب: صوفی غلام مصطفی تبسم:

یہ شرح پہلی مرتبہ گلوب پبلشرز اردو بازار لاہور سے یکم فروری ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی اور اس کے بعد اس کے کئی ایڈیشن چھپتے رہے، آخری ایڈیشن فیروز لمیٹڈ لاہور سے ۱۹۹۷ء میں چھپا۔ پہلے ایڈیشن پر اعجاز حسین بٹالوی نے مقدمہ لکھا تھا اور جدید ایڈیشن پر پروفیسر صوفی گلزار احمد نے دیباچہ لکھا ہے۔ اس شرح میں غالب کے ستر (۷۰) اردو اشعار اور تیس (۳۰) فارسی اشعار کی شرح موجود ہے۔ دراصل صوفی غلام مصطفی تبسم نے اردو فارسی اشعار کی منتخب

شرح لکھی ہے، شرح سے پہلے صوفی غلام مصطفی تبسم نے دو مضامین ''غالب کی عظمت'' اور ''غالب کا تصور حسن و عشق'' بھی اپنی شرح میں شامل کیے ہیں، شرح دو سو اکیس (۲۲۱) صفحات پر مشتمل ہے۔ صوفی غلام تبسم نے ہر شعر کی شرح میں طوالت سے کام لیا ہے اور غالب کے اردو اشعار کے ذریعے معنی و مفہوم سمجھانے کی بھی کوشش کی ہے۔ یہ شرح ہر چند منتخب اردو فارسی اشعار پر مشتمل ہے لیکن شارح نے جو طریقہ اپنایا ہے اس میں قاری کو شعر کے معنی و مفہوم سمجھنے میں آسانی محسوس ہوتی ہے۔ یہ مختصر شرح غالب کی فارسی غزلیات کی اس شرح کا پیش خیمہ ہے جس میں صوفی غلام مصطفی نے بڑی وضاحت کے ساتھ غزلیات فارسی کی عمدہ شرح پیش کی۔

(۸) شرح غزلیات غالب (فارسی): صوفی غلام مصطفی تبسم:

یہ شرح صوفی غلام مصطفی تبسم نے دو جلدوں میں لکھی ہے جو سنہ ۱۹۸۱ء میں پیکجز لمیٹڈ لاہور سے شائع ہوئی۔ پہلی جلد میں سید بابر علی نے پیش لفظ لکھا ہے اور "تعارف" ڈاکٹر نذیر احمد نے لکھا ہے۔ ڈاکٹر نذیر احمد نے پیش لفظ میں فارسی زبان کی برصغیر میں پرانی روایت پر بحث کی ہے اور اس کے بعد صوفی غلام تبسم کی شرح پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ پہلی جلد میں غالب کی فارسی غزلیات ردیف الف تاخ کی شرح کی گئی ہے جو ۱۱۰ غزلیات پر مشتمل ہے دوسری جلد میں فارسی غزلیات کی ردیف دتای کی شرح کی گئی ہے جو دو سو سے کچھ اوپر غزلوں پر مشتمل ہے، افسوس کی بات ہے کہ یہ مکمل شرح اس وقت سامنے آئی جب صوفی غلام تبسم اس دنیا سے رخصت کر گئے تھے۔ ۱۹۷۸ء میں غلام مصطفی تبسم اسلام آباد سے لاہور آتے ہوئے حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے فوت ہو گئے اور ان کی یہ شرح پہلی مرتبہ پاکستان میں ۱۹۸۱ء میں شائع ہوئی اور یہ غالب کی فارسی غزلیات کی پہلی مکمل شرح تھی جو دو جلدوں میں شائع ہوئی۔ صوفی غلام تبسم کی شرح کی خصوصیت یہ ہے کہ بعض اشعار کی وضاحت میں اختصار سے کام لیا گیا ہے اور صرف مطلب و مفہوم سمجھانے کی غرض سے دو چند سطور میں وضاحت کی گئی ہے لیکن بعض اشعار کی تفصیل سے تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ اس سے پہلے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، صوفی غلام مصطفی تبسم نے ''روح غالب'' کے نام سے اردو فارسی غزلیات کی شرح لکھی اور اپنی زندگی میں غالب فہمی اور غالب شناسی کے کام میں مصروف رہے۔ ان کی شرح کی اہمیت ایسی ہے کہ آج کل بھی بہت سے دانشور اور ادیب اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

(۹) شرح کلیاتِ غالب (فارسی)، ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی:

ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی نے غالب کی فارسی غزلیات، منتخب فارسی قطعات اور رباعیات کی شرح لکھی جو ۶۸۱ صفحات پر مشتمل ہے، اس شرح میں زیادہ فارسی غزلیات کی شرح موجود ہے، خواجہ حمید یزدانی نے اپنے ''پیش گفتار'' میں اپنے ترجمے اور شرح کی بڑی داد دی ہے۔ انھوں نے اپنے ترجمے کی نوعیت بتا دی ہے کہ ہر شعر کے ترجمے میں

انھوں نے ایسا طریقہ اختیار کیا ہے کہ شعر کے مشکل الفاظ کے معانی بتادیے ہیں اس کے بعد شعر کا آسان اور روان ترجمہ پیش کرنے کے بعد اس کی وضاحت کی ہے۔انھوں نے اپنی شرح کا صوفی غلام مصطفی تبسم کی شرح سے موازنہ کیا ہے اور غلام تبسم کی شرح کی خامیوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔یہاں ایک بات ضرورت آپ کو گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ خواجہ حمید یزدانی نے اپنی شرح میں صوفی غلام تبسم کی شرح سے استفادہ کیا ہے۔ترجمے کے لیے خواجہ حمید یزدانی کے پیش نظر کلیات غالب فارسی مطبوعہ منشی نوکشور، لکھنؤ دسمبر ۱۹۲۴ء والا ایڈیشن رہا۔خواجہ حمید یزدانی اپنی شرح کا صوفی غلام تبسم کی شرح سے موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "یہاں ایک بات حلفیہ بیان کرتا چلوں کہ بعض اشعار ایسے آئے کہ جب میں نے ان کا اپنا ترجمہ صوفی مرحوم کے ترجمے سے ملایا تو بڑی حیرانی ہوئی کہ تقریباً ایک سی عبارت تھی۔اس سے راقم نے یہ اندازہ لگایا کہ ان اشعار کی ساخت کچھ ایسی ہے کہ اگر کوئی تیسرا آدمی بھی ان کا ترجمہ کرے گا تو وہ بھی تقریباً اسی عبارت میں ہوگا۔صوفی مرحوم نے کئی ایک غزلوں کے دو دو تین اشعار (غالباً ان کی پیچیدگی کے باعث) یا تو درج نہیں کیے یا کیے ہیں تو صرف ان کے متن پر ہی اکتفا کیا ہے اور ترجمہ و تشریح نہیں کیا۔بعض اشعار کا صرف ترجمہ دیا ہے وضاحت نہیں کی۔پھر دوسرے شعرا کے ہم مضمون اشعار صرف گنتی کے چند ایک اشعار میں دیے ہیں اور غالب نے جن شعرا کے اشعار پر تضمین کی ہے، ان کی متعلقہ غزل کا بھی صرف دو تین مقام پر حوالہ دیا ہے جبکہ راقم نے پورے پورے حوالے دیے ہیں۔"(۳)

خواجہ حمید یزدانی نے پہلے صوفی غلام تبسم کی شرح کو غور سے پڑھا ہوگا اور اس شرح سے استفادے کا موقع انھیں ملا ہوگا کیونکہ وہ بڑی جزئیات کے ساتھ صوفی تبسم کی شرح کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے، البتہ یہ بات ذہن میں رہے کہ املا اور طباعت کی غلطیاں کتب میں رہ جاتی ہیں اس حوالے سے خواجہ حمید یزدانی نے صوفی تبسم کی شرح میں موجود غلطیوں کی طرف اشارہ کیا ہے، حتیٰ کہ انھوں نے فارسی اشعار کے الفاظ درج کرنے کے سلسلے میں ایران میں رائج املا کو بھی پیش نظر رکھا ہے اور قارئین کی سہولت کی خاطر جوڑے ہوئے الفاظ کو الگ الگ کر کے لکھا ہے۔اس شرح میں خواجہ حمید یزدانی صرف غالب کے وہی فارسی قطعات شامل کیے ہیں جو عام مضامین پر مشتمل ہیں اور وہ قطعہ شامل ہے جو "فتح پنجاب" کے نام سے مشہور ہے، ۱۸۴۵ء میں انگریزوں اور سکھوں کے درمیان لڑائی ہوئی اور

۲۸/فروری ۱۸۴۶ء کو انگریزوں نے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ آخر کار ۲۹/مارچ ۱۸۴۹ء کو انگریزوں نے دلیپ سنگھ کو معزول کر کے پنجاب پر مکمل قبضہ جمایا۔ یہ قطعہ فتح پنجاب کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ مجموعی طور پر گیارہ قطعات اس شرح میں شامل ہیں اور آخری قطعہ فتح پنجاب کی شرح پر مشتمل ہے۔

خواجہ حمید یزدانی کی شرح زیادہ فارسی غزلیات کی شرح پر مشتمل ہے، بعض غزلیات کے صرف منتخب اشعار کے معانی اور مفہوم درج کیے گئے ہیں۔ قطعات کے علاوہ غالب کی ایک سو تین رباعیات کی شرح لکھی گئی ہے۔ خواجہ حمید یزدانی نے اپنی شرح میں حواشی اور تعلیقات کا اہتمام نہیں کیا، کتاب کے اوّل میں اس شرح میں موجود غزلیات، قطعات اور رباعیات کی فہرست بھی تیار کی گئی ہے۔

(۱۰)انتخاب غزلیات غالب فارسی مع تشریحات، مولانا حامد حسن قادری:

مولانا حامد حسن قادری نے غالب کی فارسی غزلیات کے منتخب اشعار کی شرح لکھی ہے، اس شرح میں غزلیات کے چنیدہ اشعار کی وضاحت کی گئی ہے، البتہ حامد حسن قادری نے بعض منتخب اشعار کی مختصر وضاحت کی ہے اور کئی مقامات پر صرف اشعار درج کیے گئے ہیں۔ بعض مقامات پر شارح نے دوسرے شعرا کے اشعار سے بھی مثالیں دی ہیں اور غالبکی فارسی غزلیات کا دوسرے شعرا کی غزلوں سے موازنہ کیا ہے۔ غالب نے جن فارسی شعرا کی پیروی میں غزلیں نظم کی ہیں ان کی طرف بھی اشارہ موجود ہے۔ قادری نے ہر شرح آٹھ دنوں میں مکمل کی ہے لیکن اس شرح کے اختتام پر سنہ تکمیل معلوم نہیں ہے۔ یہ انتخاب حامد حسن قادری کے ایک عزیز افضال الرحمٰن صاحب کی عنایت سے صدیق الرحمٰن قدوائی کو ملا، قدوائی صاحب کا کہنا ہے کہ یہ انتخاب پہلے بھی شائع ہو چکا ہے، اس کا مسودہ افضال الرحمٰن کے توسط سے غالب انسٹی ٹیوٹ کو ملنے کے بعد ادارے کی طرف سے ۲۰۰۹ء میں شائع ہوا۔ یہ شرح مختصر اور فارسی غزلیات کے انتخاب پر مشتمل ہے۔

فارسی کلام غالب کی شروح۔۔۔۔ تنقیدی مطالعہ:

فارسی کلامِ غالب کی جزوی مگر سب سے پہلی شرح مولانا حالی نے اپنی کتاب ''یادگارِ غالب'' میں لکھی، مولانا حالی نے غالب کے سوانح اور ان کی اردو فارسی شاعری پر مشتمل ایک تعارفی اور تنقیدی نوعیت کی کتاب لکھی جس میں انھوں نے غالب کی شاعری کے مختلف اصنافِ شعری اور ان کی نثر نگاری کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے اور فارسی اشعار کا انتخاب دیا ہے۔ بعض غزلیات کا موازنہ فارسی گو شعرا جیسے عرفیؔ، نظیریؔ، ظہوریؔ اور دیگر فارسی گو شعرا سے

کیا ہے۔ یادگارِ غالب میں مولانا حالی نے تعارف حصے میں بھی تاریخی واقعات کے ضمن میں متعدد مقامات پر مثنوی، قصیدہ یا قطعے کا ذکر کیا ہے، ان واقعات میں سفر کلکتہ اور کلکتے میں ادبی معرکے کے رد عمل میں لکھی گئی مثنوی "باد مخالف" یا "آشتی نامہ" کا ذکر کیا ہے اور غالب کی اس مثنوی کا ذکر کیا ہے۔ جہاں انھوں نے بنارس سے گزرتے ہوئے اس جنت آباد کی خوبصورتی اور دل پذیر موسم سے متاثر ہو کر "چراغِ دیر" جیسی لازوال مثنوی لکھی۔ یادگارِ غالب کے دوسرے حصے میں جہاں مولانا حالی فارسی کلام سے اشعار بطور حوالہ پیش کرتے ہیں۔ اس انتخاب میں مولانا حالی نے فارسی غزلیات سے ردیف وار ترتیب کے ساتھ اشعار پیش کیے ہیں اور ان کی مختصر اور جامع شرح لکھی ہے۔ اس کے علاوہ جہاں غالب نے دوسرے عظیم فارسی شعرا کی زمینوں میں غزلیں کہی ہیں اور ان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر فارسی غزلیات کے ضمن میں مرزا غالب کی منتخب غزلیات کا موازنہ نظیریؔ اور ظہوریؔ جیسے عظیم شعرا سے کیا ہے۔

جہاں مولانا حالی نے غزلیات میں سے چند اشعار اپنی کتاب میں شامل کیے ہیں وہاں انھوں نے صرف آخری شعر کا ترجمہ لکھا ہے اور اس کی شرح لکھی ہے۔ در حقیقت مولانا حالی پہلے وہ ادیب اور شاعر ہیں جنھوں نے غالب کے سوانح اور شاعری پر ایک زندہ جاوید کتاب "یادگارِ غالب" لکھ کر غالب کی فارسی شاعری کی شرح کی داغ بیل ڈالی، حالی کے بعد کئی لوگوں نے خاص طور پر فارسی غزلیات اور دیگر شعری اصناف کی شرحیں لکھیں۔ شارحین نے زیادہ تر غالب کیفارسی غزلیات کی شرحیں لکھیں اور دیگر شعری اصناف کی شرح پر توجہ نہیں دی۔ مولانا حالی کی شرح اور فارسی کلام غالب پر ریویو زیادہ تر تنقیدی اور تجزیاتی مطالعے پر مبنی ہے کیونکہ انھوں نے غالب کی فارسی شاعری کے مختلف شعری اصناف پر نہ صرف بحث کی ہے بلکہ کتاب کے آخر میں اپنے خیالات اور آرا بھی درج کی ہیں۔

مولانا حالی کے بعد اردو میں غالب کی فارسی غزلیات کی شرحیں لکھی گئیں۔ یہ شروح تین طرح کی ہیں، پہلے وہ شروح جو نصابی ضرورت کے پیش نظر لکھی گئیں اور یہ غزلیات (ردیف میم) کی شرحوں پر مبنی ہیں۔ ان شروح میں آغا محمد باقر کی **"ترجمۂ غزلیات غالب"**، سخنور اعجازی کی **"کاس الکریم"** اور مولانا محبوب الٰہی پرنسپل جامعہ شرقیہ لاہر کی **"ارمغانِ طالب"** سر فہرست ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں غالب کی فارسی غزلیات (ردیف میم) نصاب میں شامل تھیں اور یہ شرحیں نصابی پروگرام کے پیش نظر سامنے آئیں۔ یہ شروح زیادہ تر ۱۹۵۰ء میں لکھی گئیں۔

غالب کی اردو فارسی شاعری میں حکمت اور فلسفہ سے متعلق مضامین کی کمی نہیں ہے۔ نیز مرزا غالب نے وحدت الوجودی فلسفے پر مبنی اشعار نظم کیے ہیں۔ اس سلسلے میں غالب کی حکیمانہ اور فلسفیانہ شاعری کی زیادہ وضاحت اور تشریح کی ضرورت پیش آئی، اس میدان میں ایک فلسفی اور دانشور کی ضرورت پیش آئی جو غالب کے فارسی کلام سے منتخب

حکیمانہ اور فلسفیانہ اشعار کی وضاحت کر سکے، چناں چہ خلیفہ عبدالحکیم نے ''افکارِ غالب'' میں مرزا غالب کے فارسی اشعار کی وضاحت فرمائی اور غالب کی فلسفیانہ اور حکیمانہ سوچ کو بہت بہتر انداز میں سامنے لائے۔

اسّی کی دہائی میں اور اس کے بعد فارسی غزلیات کی باقاعدہ شرحیں لکھی گئیں جن میں شرح غزلیات غالب (صوفی غلام مصطفی تبسم) اور شرح کلیاتِ غالب فارسی (ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی) زیادہ مشہور ہیں۔ صوفی غلام مصطفی نے غالب کی فارسی غزلیات کی شرح دو جلدوں میں لکھی۔ اس مطالعے میں ہماری کوشش ہو گی کہ ان مختلف شروح کا تقابلی جائزہ لیں اور جو شروح معیار پر پورے طور پر اترتی ہیں ان کا تعارف پیش کریں۔

فارسی غزلیات غالب (ردیف میم) کی شرحیں۔۔۔تقابلی مطالعہ:

سخنور اعجازی نے کاس الکریم کے نام سے فارسی غزلیات (ردیف میم) کی شرح لکھی، اس شرح میں سخنور اعجازی نے الفاظ اور تراکیب کے لفظی اور لغوی معانی بتائے ہیں، انھوں نے ان الفاظ کے لغوی معانی تلاش کرنے کی غرض سے مختلف لغات سے مدد لی ہے، اشعار کی تشریح اور توضیح کے لیے مولانا حالی کی شرح بھی ان کے پیش نظر رہی ہے۔ غزلیات (ردیف میم) کی دو اور شرحیں آقائے رازی اور مسلم نے بھی اس سے پہلے لکھی تھیں سخنور اعجازی نے ان شروح کو مد نظر رکھا۔ سخنور اعجازی کی شرح کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے فارسی کلام غالب پر ایک فکر افروز مقدمہ تحریر کیا ہے اور ان کی اردو فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے اس بات کی نشان دہی کی ہے کہ غالب نے اپنے فارسی اور اردو خطوط میں مختلف مقامات پر اپنے فارسی اشعار کی وضاحت کی ہے۔ مثال کے طور پر پنج آہنگ کے فارسی مکتوبات سے دس ایسی مثالیں بھی دی ہیں جہاں غالب نے اپنے اشعار کی وضاحت اور شرح لکھی ہے۔ میرے خیال میں یہ اس شرح کی سب سے بڑی خوبی ہے جہاں شارح نے فارسی کلام سے واقفیت حاصل کی ہے اور بڑی باریک بینی سے اشعار کے اصل مفاہیم تک رسائی حاصل کرنے کی جدوجہد کی ہے۔

سخنور اعجازی نے اپنی شرح میں یہ طریقہ استعمال کیا ہے کہ پہلے مشکل الفاظ کے لغوی معانی سمجھائے ہیں اور اس کے بعد انھوں نے فارسی شعر کا نثری ترجمہ کیا ہے۔ نیز اس شعر کی وضاحت اور شرح بھی لکھی ہے۔ شارح نے بعض مواقع پر غالب یا دوسرے شعرا کے فارسی یا اردو اشعار بطور حوالہ پیش کیے ہیں۔ یہ اس شرح کی دوسری خوبی شمار کی جاتی ہے۔ شارح خود فارسی زبان کی شعری روایت سے پوری طرح واقف ہے اور ان کا حافظہ اور ان کی یادداشت بہت اعلیٰ ہے۔ بعض مقامات پر سخنور اعجازی نے مولانا حالی کی شرح پر اپنا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ بہر حال یہ امر

واضح طور پر نظر آتا ہے کہ جہاں شارح نے مناسب سمجھا مولانا حالی کی شرح شامل کی اور آخر میں "یادگارِ غالب" کا حوالہ دیا۔

اس شرح میں جو خامی مجھے نظر آئی وہ یہ ہے کہ شارح نے بعض اشعار کی وضاحت میں خاصی تفصیل سے کام لیا ہے اور غیر ضروری باتوں کو بھی اپنی شرح میں شامل کیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ الفاظ اور تراکیب کے معانی و مفاہیم سمجھانے کے گورکھ دھندے میں الجھا ہوا ہے اور اصل مدعا و مطلب بیان کرنے سے قاصر رہ گیا ہے۔ اگر اس شرح کا آغا محمد باقر کی "ترجمۂ غزلیات غالب" سے موازنہ کیا جائے تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ آغا محمد باقر نے ہر چند الفاظ اور تراکیب کے لفظی اور لغوی معانی بتائے ہیں لیکن بڑے اختصار اور جامعیت سے اشعار کے اصل مفاہیم تک رسائی حاصل کی ہے اور غیر ضروری تفصیل سے اجتناب کیا ہے۔ جہاں آغا محمد باقر نے تین چار سطروں میں مطلب بیان کیا ہے، وہاں سخنور اعجازی نے بڑی وضاحت اور تفصیل سے معانی بیان کیے ہیں۔ البتہ یہ بات ذہن میں رہے کہ بعض مقامات پر سخنور اعجازی نے موقع و محل کی مناسبت سے ایک شعر کی مختلف خوبیوں کو اجاگر کرنے کی غرض سے مختلف پہلوؤں پر بات کی ہے اور لفظی اور معنوی خوبیوں کی وضاحت کی ہے۔ مولانا محبوب الٰہی کی شرح میں طباعت اور اشاعت کی غلطیاں شامل ہیں۔ غزلیات پر نمبر لگائے گئے ہیں لیکن غزل نمبر ۲۰ سے ۳۲ تک ہر غزل اپنی شرح کے ساتھ دو بار درج کی گئی ہے اور بعض غزلیات کے صرف دو تین اشعار شامل ہیں۔ اس کی طباعت میں بے حد بد نظمی پائی جاتی ہے اور اگر فارسی سے نابلد کوئی شخص اسے پڑھنا چاہے تو وہ حیران رہ جاتا ہے کہ کون سی غزل یہاں درج ہے اور اس کی شرح کس صفحے پر درج کی گئی ہے۔ میرے خیال سے قارئین اگر اس شرح سے رجوع نہ ہی کریں تو بہت مناسب ہوگا۔ مولانا محبوب الٰہی پرنسپل جامعہ شرقیہ لاہور نے اپنی شرح میں جزوی اور مختصر انداز میں اشعار کے معانی درج کیے ہیں اور جو طریقہ انھوں نے استعمال کیا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ اشعار اوپر صفحے پر درج ہیں لیکن شرح حواشی میں یا کسی دوسرے صفحے پر کسی دوسری غزل کی ذیل میں حواشی میں درج ہیں جس کے باعث قاری کے لیے مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی پیش نظر غزل کی شرح کہاں تلاش کرے۔ درحقیقت جو شرح مولانا محبوب الٰہی نے لکھی ہے، وہ اس ضرب المثل کی مصداق ہے کہ "کوہ کندن وکاہ برآوردن"۔ گیلانی الیکٹریک پریس نے اس شرح کی طباعت میں فارسی اور اردو زبانوں سے اپنی عدم واقفیت کا ثبوت فراہم کیا ہے اور غالب کی فارسی شاعری پر پانی پھیر دیا ہے۔ یہ بات محل نظر ہے کہ اگر شارح خود اس مسئلے سے واقف نہیں تھا تو پھر پریس والوں سے اس طرح کی غلطیاں صادر ہوئیں۔ بہر حال یہ سب خاموشی کے پردے میں چھپا ہوا ہے۔

"افکارِ غالب" ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم:

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے "افکارِ غالب" کے مقدمے میں غالب کے وحدت الوجودی فلسفے اور ان کی حکیمانہ اور فلسفیانہ شاعری کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے اور غالب کے ہاں موجود فلسفے کی وضاحت کی ہے، غالب کے مذہب و مسلک کے بارے میں خلیفہ عبدالحکیم نے سیر حاصل بحث کی ہے اور انھوں نے اس کتاب میں غالب کے فلسفہ اور تصوف پر روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ وہ غالب کے فلسفے کے بارے میں یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

"۔۔۔ لیکن غالب کی ایک امتیازی خصوصیت جس نے اس کو اہل علم میں ہر دلعزیز بنایا ہے، اس کا حکیمانہ انداز تفکر ہے۔ وہ فلسفی نہیں لیکن فلسفیانہ شاعر ہے۔ اس کے اکثر اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فلسفہ اور تصوف کے مسائل سے پوری طرح آگاہ ہے۔ وہ نہ فلسفی ہے اور نہ صوفی لیکن فلسفیانہ اور صوفیانہ افکار سے لذت حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو حسن بیان سے لذت بخشتا ہے، عملاً وہ صوفی نہیں بلکہ عام معنی میں مذہبی شخص بھی نہیں لیکن حقیقی مذہبیت کا احترام کرتا ہے اور شاعرانہ اور حکیمانہ انداز میں تصوف کے زاویۂ نگاہ کو درست سمجھتا ہے۔" (۴)

خلیفہ عبدالحکیم نے جہاں مناسب سمجھا فارسی اردو اشعار بطور حوالہ پیش کیے ہیں اور ان کی شرح بھی لکھی ہے، وحدت الوجودی فلسفے کے ضمن میں انھوں نے غالب کے مختلف شعری اصناف سے مثالیں دی ہیں۔ افکار غالب کے مختلف ابواب میں غالب کی غزلیات، قصائد، مثنویات، رباعیات سے فارسی اشعار درج ہیں، اس کے علاوہ خلیفہ عبدالحکیم نے فارسی کلام سے حکیمانہ اشعار کا انتخاب کیا ہے اور ان کی مختصر شرح لکھی ہے نیز غالب کے فلسفۂ غم پر بھی روشنی ڈالی ہے اور مثنوی "ابر گہر بار" سے اشعار بطور حوالہ پیش کیے ہیں۔ بعض دفعہ خلیفہ عبدالحکیم نے ایک شعر کی شرح میں کئی صفحات پر مشتمل تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے مثلاً مندرج ذیل شعر کی وضاحت میں سیر حاصل بحث کی ہے:

تازدیوانم که سر مست سخن خواهد شدن
این می از قحط خریداری کهن خواهد شدن

خلیفہ عبدالحکیم، مولانا حالی کے بعد پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے فارسی کلام غالب کا ایک انتخاب کیا اور اشعار کیجنو بصورت اور علمی انداز میں شرح لکھی۔ جہاں تک فارسی اشعار کی شرح ہے خلیفہ عبدالحکیم نے تشریح و توضیح

کا پورا حق ادا کیا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ شرح ابتدائی اور سر سری طور پر لکھی ہوئی شرح نہیں ہے اور شارح نے غالب کے فلسفے اور ان کی حکیمانہ سوچ کی بلندیوں تک رسائی حاصل کی ہے۔اس شرح کے ذریعے ہم غالب کے نظریات،افکار و خیالات تک نہ صرف رسائی حاصل کر سکتے ہیں بلکہ ہمیں ان کی فارسی شاعری کو تنقیدی و تجزیاتی زاویۂ نظر سے پڑھنے کا موقع بھی ملتا ہے۔

خلیفہ عبدالحکیم نے منتخب فارسی رباعیات کی ایک مختصر شرح اپنی "افکار غالب" میں شامل کی ہے جو نہایت عمدہ اور علم افروز ہے اور قاری اس مختصر شرح کے ذریعے ان رباعیات کے اصل معانی اور مفاہیم تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ خلیفہ عبدالحکیم ایک شعر کی یوں وضاحت کرتے ہیں:

در جلوہ دہد چنانکہ مائیم ہمہ شائستہ نفت و بوریائیم ہمہ

تشریح: غالب کہتا ہے کہ اگر ہماری سیرت بے نقاب کی جائے پھر استحقاق دیکھا جائے تو سب کے سب اسی لائق ہوں کہ ہمیں آتش انگیز مادے میں ڈالا جائے یا اجر میں کچھ ملے تو ایک بوریا ملے، چہ جائیکہ نعیم جنت بطورِ ثواب حاصل ہو۔ نفت و بوریا یک جا بھی نہیں ہو سکتے بوریے میں سے فوراً شعلے نکلیں گے اور بوریا نشین اس میں سوخت ہو جائے گا۔"(۵)

شرح غزلیات غالب (فارسی)، صوفی غلام مصطفی تبسم:

یہ غالب کی پوری فارسی غزلیات کی پہلی باقاعدہ شرح ہے جس میں صوفی غلام مصطفی تبسم نے انتہائی محنت اور دیدہ ریزی سے شرح لکھی ہے،البتہ بعض مقامات پر صوفی غلام مصطفی تبسم نے اشعار کی مختصر وضاحت کی ہے یا دو تین سطروں میں شعر کا نثری ترجمہ کیا ہے،مندرجہ ذیل شعر کا صرف ترجمہ کیا ہے:

چون بہ قاصد بسپرم پیغام را رشک نگذارد کہ گویم نام را

جب میں کوئی پیغام (اپنے محبوب کے نام) قاصد کے سپرد کرتا ہوں تو رشک مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ میں اس کا نام لوں۔(۶)

اس شرح کی دوسری خامی جو ہمیں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ بعض مقامات پر صوفی غلام تبسم صرف اشعار کے لغوی اور لفظی معانی بتاتے ہیں اور تشریح و توضیح سے گریز کرتے ہیں۔ ڈاکٹر نذیر احمد نے صوفی غلام مصطفی کی اس شرح پر مقدمہ لکھا،انھوں نے اس شرح کے بارے میں اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا ہے:

"۔۔۔ان کا مسودہ دیکھتے ہوئے بعض جگہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی تشریح ایک اوسط درجے کے طالب علم کے لیے کافی نہ ہو گی اور البتہ اسے تشنہ رکھے گی۔

بعض دوسری جگہوں پر نظر آتا ہے کہ شارح شعر کے اصل خیال کو چھوڑ کر صرفصرف و نحو کے کسی ضمنی مسئلے کی طرف نکل گیا ہے اور کئی جگہ تشریح کی بجائے صرف ترجمے پر اکتفا کی ہے، حالاں کہ وہاں تشریح کی ضرورت تھی۔۔۔"(۷)

صوفی غلام تبسم نے بعض مقامات پر مولانا حالی کی "یادگارِ غالب" سے اخذ و استفادہ کیا ہے اور غالب کی فارسی غزلیات کی شرح کے لیے یہ کتاب ان کے پیش نظر رہی۔ چنانچہ بعض مقامات پر صوفی غلام تبسم مولانا حالی کی شرح کو بعینہٖ درج کرتے ہیں۔

شرح کلیاتِ غالب (فارسی)، ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی:

خواجہ حمید یزدانی کے فارسی کلامِ غالب کی شرح لکھی ہے۔ یہ شرح زیادہ تر فارسی غزلیات کی شرح پر مشتمل ہے اور اس کے بعد منتخب قطعات اور پوری رباعیات کی شرح شامل کی گئی ہے۔ میں نے اس شرح کا غور سے مطالعہ کیا تو یہ نکتہ صاف اور واضح طور پر سامنے آیا کہ خواجہ حمید یزدانی نے اپنی شرح میں صوفی غلام مصطفی کی شرح سے اخذ و استفادہ کیا ہے۔ خود حمید یزدانی نے بھی اپنی شرح کے ''پیش گفتار'' میں اس بات کی تصدیق کی ہے۔ خواجہ حمید یزدانی نے اپنی شرح کے بارے میں یوں لکھا ہے:

"راقم نے ترجمہ اور اس طرح تشریح سادہ زبان میں کی ہے۔ تشریح میں جہاں جہاں فارسی اور اردو کے دوسرے شعرا کے ہم مضمون اشعار یاد ہیں، وہ وہاں نقل کرائے ہیں تاکہ متعلقہ شعر کی مزید وضاحت ہو جائے۔ بعض اشعار میں تو، جیسا کہ ملاحظہ ہو گا، چار چار پانچ پانچ آئے دوسرے شعرا کے اشعار دے دیے ہیں۔ یہ بات بھی قاری کے لیے دلچسپی کا باعث بنے گی۔"(۸)

خواجہ حمید یزدانی نے اپنے دیباچے میں صوفی غلام مصطفی تبسم کی شرح کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور اس شرح کی خامیاں گنوائی ہیں اور اس بات پر زور دیا ہے کہ انھوں نے اپنی شرح میں صحتِ املا کا خاص خیال رکھا ہے۔

صوفی غلام مصطفی تبسم کی شرح پر خواجہ حمید یزدانی کے تنقیدی جائزہ پڑھنے کے بعد شاید قاری کے ذہن میں یہ بات آئے کہ خواجہ حمید یزدانی نے سو فیصد اپنی رائے درست قائم کر رکھی ہے لیکن جب راقم الحروف نے دونوں شارحین کی شروح کا مطالعہ کیا تو یہ بات واضح طور پر سامنے آئی کہ خواجہ حمید یزدانی نے اپنی شرح میں بہت حد تک صوفی غلام تبسم کی شرح سے اخذ و استفادہ کیا ہے اور جہاں صوفی غلام تبسم کے فارسی اشعار سے معانی و مفاہیم

نکالے ہیں درست انھی مفاہیم کو خواجہ حمید یزدانی نے یا اپنے الفاظ میں یا تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اپنی شرح میں شامل کیا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ خواجہ حمید یزدانی کی شرح کے پس منظر میں صوفی غلام تبسم کے افکار اور خیالات موجزن ہیں۔ اس بات کی تصدیق کے لیے فارسی غزلیات سے چند اشعار، مترجمین کی پیش کردہ شروح کے ساتھ ملاحظہ ہوں:

چہ لب تشنہ است خاکم کا ستینِ گردبادمن
چو اشک از چہرہ ، از روی زمین برچید دریا را

شرح: لب تشنہ: پیاسا، گرد باد: بگولا

دریا: فارسی میں سمندر کے معنوں میں آتا ہے۔

میری خاک کس قدر پیاسی ہے کہ خاک سے اٹھنے والے بگولوں کی آستین، روے زمین سے سمندر کو یوں چوس لیتی ہے جیسے چہرے سے آنسو پونچھ لیتے ہیں۔(۹)

خواجہ حمید یزدانی صوفی تبسم کی پیروی میں مذکورہ بالا شعر کی یوں وضاحت کی ہے:

لغت: کاستین: کہ آستین لب تشنہ: پیاسی

گرد باد: بگولا دریا: سمندر

ترجمہ: میری خاک کس قدر پیاسی ہے کہ اس سے اٹھنے والے بگولے کی آستین، زمین پر سے سمندر کو اس طرح چوس لیتی ہے جس طرح چہرے سے آنسو پونچھ لیے جاتے ہیں۔(۱۰)

اس کے علاوہ ہمیں صوفی غلام تبسم کی شرح غزلیات غالب میں دو ایسے شعر ملتے ہیں جہاں انھوں نے ''سوہن'' کا غلط ترجمہ کیا ہے اور ان کے تتبع میں خواجہ حمید یزدانی بھی غلطی کے راستے پر گامزن ہیں۔ غالب نے ہندوستان کے مشہور دریا ''سوہن'' کا اپنے فارسی اشعار میں ذکر کیا ہے اور سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی نے بھی اپنی مرتب کردہ ''کلیاتِ غالب فارسی'' جلد سوّم میں سوہن کا یوں تعارف کرایا ہے:

چو اسکندر ز نادانی ، ہلاکِ آبِ حیوانی
خوشا سوہن کہ ہرکس غوطہ زد دروی تنش جان شد

"سوہن نہری است در عظیم آباد پٹنہ ہند کہ غالب در سفر کلکتہ آنرا دیدہ، بھین جہت می توان گفت کہ ایں غزل در سنہ ۱۸۲۸ء نوشتہ است۔"(۱۱)

لیکن صوفی غلام تبسم نے اسے ''سوہان'' سمجھ کر ''ریتی'' ترجمہ کیا ہے اب دونوں شارحین کے تراجم اصل فارسی شعر کیساتھ ملا کر دیکھیے:

سوہن: مخففِ سوہان، ریتی جس سے لوہے کو تراش کر صاف شفاف کرتے ہیں۔ یہاں مجازاً خراش، درد و کرب، غم مقصود ہے۔

تو نادانی سے سکندر کی طرح آبِ حیات کے لیے اپنی جان دے رہا ہے۔ ریتی کے کیا کہنے کہ جس نے اس میں غوطہ لگایا، اس کا تن سرتاپا جان بن گیا۔ غم کی خراش اور اس کے درد و کرب میں سے تزکیۂ نفس اور روح کی جلا ہوتی ہے اور اصل آبِ حیات یہی ہے۔(۱۲)

صوفی غلام تبسم نے یہاں شدید قسم کی ٹھوکر کھائی ہے اور اس کی پیروی میں ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی نے بھی ''سوہن'' لفظ کا غلط ترجمہ کیا ہے۔

یزدانی:

لغت: نادانی: تو نادان ہے سوہن: سوہان، ریتی، خراش مراد غم یا سوز و درد، ریتی سے لوہے کو رگڑ کر صاف کیا جاتا ہے۔۔۔ ترجمہ: تو ناداں ہے جو سکندر (یونانی) کی طرح آبِ حیات کے لیے مر مر جا رہا ہے۔ سوہن کے کیا کہنے ہیں کہ جس کسی نے اس میں غوطہ لگایا اس کا بدن، جاں بن گیا۔ سکندر یونانی نے خضر کے ساتھ آبِ حیات تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہا۔ جب کہ خضر نے اپنا مقصود (آبِ حیات) پالیا۔ مطلب یہ ہے کہ بات آبِ حیات سے نہیں بنتی بلکہ سوز و غم سے انسان کا تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور روح کو جلا ملتی ہے اور حقیقت میں اس کے لیے یہ آبِ حیات ہے۔ (۱۳)

یا کسی دوسرے شعر کی شرح میں صوفی غلام تبسم نے ٹھوکر کھائی ہے، انھوں نے شعر کی غلط شرح لکھی ہے اور پھر سے "سوہن" کو فارسی لفظ "سوہان" سمجھ کر "ریتی" ترجمہ کیا ہے۔

مرحبا سوہن و جان بخشی آبش غالب
خندہ برگمرہی خضر و سکندر دارم

لغت: "سوہن" لوہے کا مشہور اوزار جسے ریتی کہتے ہیں جس کی رگڑ سے لکڑی میں صفائی اور لوہے میں چمک آتی ہے۔

"آبش": آب چمک ہے، آبش میں "ش" کا ضمیر سوہن کے لیے آیا ہے یعنی ریتی کی چمک۔ ریتی سے مراد یہاں محبوب کے عشق کے چرکے جن سے دل کی جلا ہوتی ہے۔(آب و تاب پیدا ہوتی ہے) کہتا ہے:

غالب اس محبت کی ریتی کی خراش اور اس آب (تاب) کے کیا کہنے (مرحبا) مجھے خضر و سکندر کی گمر ہی پر ہنسی آتی ہے کہ وہ تلاش آبِ حیات میں سر گرداں رہے لیکن اس آبِ عشق کو نہ پاسکے کہ جو دراصل زندگی بخشتی ہے۔ (۱۴)

خواجہ حمید یزدانی نے بھی شعر کا غلط مطلب بیان کیا ہے اور صوفی غلام تبسم کی غلطی کا ازالہ نہیں کیا، انھوں نے لفظ ''سوہن'' کا ریتی ترجمہ کیا ہے، اگر حمید یزدانی اس شعر کو بڑے غور سے پڑھ لیتے تو شاید ان سے بھی یہ غلطی صادر نہ ہوتی۔ چنانچہ وہ مذکورہ شعر کا یوں ترجمہ کرتے ہیں:

لغت: مرحبا: کیا کہنے، واہ واہ سوہن: ریتی آبش: اس (ریتی) کی چمک جان بخشی: جان عطا کرنا

ترجمہ:

> "اے غالب! اس ریتی اور اس کی جان بخش چمک کے کیا کہنے۔ مجھے تو خضر اور سکندر کی گمر ہی پر ہنسی آتی ہے۔ خضر اور سکندر آبِ حیات کی تلاش میں نکلے تھے۔ ریتی یعنی محبت کی ریتی جو دل کو خراش کر اس میں ایک نئی روح پھونکی ہے، یہ آب (ریتی کی چمک اور مراد آب عشق) آب حیات کے مقابلے میں کہیں بڑھ کر ہے، خضر اور سکندر بیکار آب حیات کی تلاش میں سر گرداں رہے، آب عشق پی لیتے تو ان کے لیے کہیں بہتر ہتا۔"(۱۵)

حیرت کی بات ہے کہ خواجہ حمید یزدانی نے ایک فارسی رباعی کی ذیل میں دریائے سوہن کا نہ صرف صحیح ترجمہ کیا ہے بلکہ اس رباعی کی عمدہ وضاحت بھی پیش کی ہے، گویا حمید یزدانی نے غالب کی فارسی غزلیات کی شرح کی بنیاد صوفی غلام تبسم کی شرح پر رکھی ہے اور جن غزلیات میں ''سوہن'' کا ذکر ہے اسے ''سوہان'' سمجھ کر غلام مصطفی تبسم کی پیروری کی ہے۔

انتخاب غزلیات وفارسی مع تشریحات، مولانا حامد حسن قادری:

حامد حسن قادری نے غالب کی فارسی غزلیات کا انتخاب کیا ہے اور ان اشعار کی مختصر شرح کی ہے، بعض مقامات پر انھوں نے غالب کی فارسی غزلیات کا موازنہ دوسرے فارسی گو شعرا سے کیا ہے، اس انتخاب میں زیادہ تر اشعار درج کیے گئے ہیں اور مختصر شرح ملتی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ حامد حسن قادری نے فارسی غزلیات سے اشعار منتخب کر کے مختصر انداز میں وضاحت کی ہے اور بعض مقامات پر ہمیں اشعار کی کوئی وضاحت نظر نہیں آتی۔ ایک مقام

پر حامد حسن قادری نے ایک اچھا نکتہ اٹھایا ہے۔ جہاں غالب نے ایک اردو محاورہ ''ہماری گرہ سے کیا جاتا ہے'' کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے اور اپنے شعر میں استعمال کیا ہے:

گوئی، مبادد رشکنِ طرّہ خون شود دل زانِ تست، از گرہ ماچہ می رو

"از گرہ ماچہ می رود" اردو محاورہ ہماری گرہ سے کیا جاتا ہے کا فارسی ترجمہ ہے۔(۱۶)

ہر چند ہم نے اپنے اس مطالعے میں فارسی کلام غالب کے اردو تراجم و شروح کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا اور ان تراجم کی خصوصیات اور خوبیوں اور خامیوں کی طرف اشارہ کیا نیز اشعار اور ان کے تراجم بطور نمونہ پیش کیے حتیٰ کہ بعض قدآور شخصیات کے تراجم پر تنقید اور بحث کی تاہم ان تراجم کی اہمیت و افادیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا یہ مقصد تھا کہ قاری اچھے، برے اور کھرے، کھوٹے میں تفریق کرے اور اس کی تمام توجہ ان معیاری تراجم پر مرکوز رہے جنھیں اچھے اور قابل ادیبوں اور مترجمین نے اپنی محنت اور دیدہ ریزی سے سرانجام دیا ہے۔ مثال کے طور پر ہم نے صوفی غلام تبسم اور خواجہ حمید یزدانی کی شروح کا تقابلی جائزہ پیش کیا اور ہم پر یہ بات واضح ہو سکی کہ صوفی غلام تبسم پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے غالب کی تمام فارسی غزلیات کی اپنی محنت اور لگن سے شرح لکھی اور یہ شرح خواجہ حمید یزدانی کے پیش نظر رہی اور یوں خواجہ حمید یزدانی کے لیے کام بہت آسان ہو گیا اور انھوں نے اپنی شرح میں غلام مصطفی تبسم کی شرح سے اخذ و استفادہ بھی کیا حتیٰ کہ انھوں نے صوفی غلام تبسم کی شرح پر اپنی تنقیدی رائے کا بھی اظہار کیا۔ لیکن ہمیں اچھی طرح سے اس بات کا اندازہ ہے کہ صوفی غلام تبسم نے اس شرح کے ذریعے اپنی صلاحیتوں کا ثبوت فراہم کیا ہے اور غالب اور فارسی زبان کی بڑی خدمت کی ہے۔

حوالہ جات:

(۱) مولانا حالی۔ یادگارِ غالب۔ نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۵ء۔ ص ۷

(۲) خلیفہ عبدالحکیم۔ افکارِ غالب۔ نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۹۹ء۔ ص ۲۳-۲۴

(۳) خواجہ حمید یزدانی۔ ''پیش گفتار''۔ مشمولہ، شرح کلیاتِ غالب (فارسی)۔ لاہور: مکتبۂ دانیال، ۲۰۰۴ء

(۴) ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم۔ افکارِ غالب۔ نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۹۹ء۔ ص ۲۴-۲۵

(۵) ایضاً۔ ص ۴۷۵

(۶) صوفی غلام مصطفی تبسم۔ شرح غزلیاتِ غالب۔ جلد اوّل۔ لاہور پیکجز لمیٹڈ، ۱۹۸۱ء۔ ص ۹۳

(۷) ڈاکٹر نذیر احمد۔ ''تعارف''۔ مشمولہ، شرح غزلیات غالب (فارسی)۔ صوفی غلام مصطفی تبسم۔ لاہور: پیکجز لمیٹڈ، ۱۹۸۱ء

(۸) ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی۔ ''پیش گفتار''۔ مشمولہ، شرح کلیاتِ غالب۔لاہور پیکجز لمیٹیڈ، ۱۹۸۱ء

(۹) صوفی غلام مصطفی تبسم۔شرح غزلیاتِ غالب۔ جلد اوّل۔ ص ۳۶

(۱۰) ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی۔ شرح کلیاتِ غالب۔ لاہور: مکتبۂ دانیال، ۲۰۰۴ء۔ ص ۱۴

(۱۱) مرزا اسد اللہ خان غالب۔ کلیاتِ غالب فارسی۔ جلد اوّل۔ مرتبہ؛ سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی۔ ص ۱۳۴

(۱۲) صوفی غلام مصطفی تبسم۔شرح غزلیاتِ غالب۔ جلد دوّم۔ ص ۳۲

(۱۳) ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی۔ شرح کلیاتِ غالب۔ ص ۲۲۵

(۱۴) صوفی غلام مصطفی تبسم۔شرح غزلیاتِ غالب۔ جلد دوّم۔ ص ۵۰۷

(۱۵) ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی۔ شرح کلیاتِ غالب۔ ص ۴۶۷

(۱۶) حامد حسن قادری۔ غزلیات غالب فارسی مع تشریحات۔ نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۹ء۔ ص ۲۴